تنقید و تبصرہ

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و اوراد فتحیہ تصنیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ کتاب مع اس کے اردو ترجمہ کے اہل سنت والجماعت نے جسے عرف عام میں بریلوی کہتے ہیں، چھاپی ہے سرورق پر حضرت شاہ ولی اللہ کے جو القاب مرقوم ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت دست گاہِ حقائق انتباہِ مجمع کمالات ظاہری و باطنی منبع مکارم حسنات صوری و معنوی زبدۃ المفسرین وقدوۃ المحدثین پیشوائے سالکین فانی فی اللہ باقی باللہ جناب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی جامعیت کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ آج اس دور میں بھی جہاں عقلیت کے علم بردار ان کی طرف رجوع کرتے ہیں، مسلک دیوبندی کے متبع انکے پیرو ہونے کے مدعی ہیں۔ اہل حدیث اپنے حق میں ان سے استناد لیتے ہیں، وہاں اہل سنت والجماعت المعروف بہ بریلوی بھی ان کی کتابیں شائع کرتے ہیں اور انہیں ان جلیل القدر القاب سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کتاب فیوض الحرمین میں اپنی اس جامعیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ کی تدلی اعظم ظاہر ہوئی تو میں نے اسے بے کنار اور غیر متناہی پایا۔ اور اس وقت میں نے اپنے نفس کو بھی غیر متناہی پایا۔ میں

نے دیکھا کہ میں گویا ایک غیر متناہی ہوں جو دوسرے غیر متناہی کے مقابل ہے، اور میں اس کو اپنے اندر نگل گیا ہوں اور میں نے اس غیر متناہی میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑا۔“

حضرت شاہ صاحب اس رسالے کے تعارف یوں کراتے ہیں۔ یہ رسالہ ان سلاسل مشہورہ میں لکھا گیا جن سے یہ فقیر علم ظاہر و باطن میں متمسک اور ان سے وابستہ ہے۔

مقدمہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان سلسلوں کا ارتباط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس ضمن میں بعض امور میں اوائل امت اور اواخر امت اختلاف بھی ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اول زمانے میں جو صوفیہ ہوئے ان کا زور صحبت تعلیم و تربیت تھا۔ اور ان کے ہاں خرقہ اور بیعت کا رواج نہ تھا۔

اس کے بعد تصوف کے از قسم خرقہ بیعت وغیرہ جو آداب ہیں، ان کا ذکر کیا ہے، اس سلسلے اپنے بارے میں لکھتے ہیں اس فقیر کو ارتباط بیعت صحبت و خرقہ وفیض توجہ و تلقین عالم باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بعد ازاں اس کی تفصیل کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ اس واقعہ میں کچھ کلمہ و کلام درمیان نہ تھا بس افاضۂ روحانی تھا اشارت و فضل کے ساتھ

اس کے بعد سلسلہ وار مشہور خانوادہائے طریقت کی سند لکھی ہے اور ان سب کا اتصال بتایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس فقیر کے سلسلۂ صحبت تہذیب باطن کے طریق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مستفیض متصل یقینی الوقوع ہے کہ ہر ایک رجال سلسلہ نے اپنے شیخ کی صحبت رکھی ہے اور آداب طریقہ حاصل کئے ہیں بے شبہ ہر چند تعین ہونا ان آداب و اشغال کا یقینی ہے پس فقیر ایک مدت حضرت والد بزرگوار کی صحبت میں رہا ہے اور بیعت کی ہے۔ اور آداب طریقہ سے بہت کچھ سیکھا ہے اور طریقوں کے اشغال اخذ کئے ہیں اور خرقہ صوفیہ ان کے ہاتھ سے پہنا ہے خلوت میں اس ضعیف پر بہت توجہ فرمائی ہے۔ اور اصل نسبت حضور کی ان کی توجہ سے حاصل کی

غرض شاہ ولی اللہ جہاں ایک مانے ہوئے محدث، مجتہد فی الفقہ اور متکلم و حکیم ہیں وہاں وہ صوفی ہیں اور انہوں نے تصوف کے آداب و اشغال کی ساری منزلیں طے فرمائی تھیں۔

سلسلۂ تصوف میں اکثر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں سے اخذ فیض کیا فلاں نے فلاں سے کیا۔ حالانکہ تاریخی اعتبار سے دو بزرگوں کا ایک وقت میں ہونا ثابت نہیں

شاہ صاحب اس کا ذکر تو کرتے ہیں اور اس ضمن میں یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان دو بزرگوں کے ملنے کے کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا وہاں یہ ممکن ہے کہ باطنی طور پر اخذ فیض کیا ہو۔ مثلاً تصوف کے سلسلے میں حضرت حسن بصری کا حضرت علیؓ سے اخذ فیض کرنا بتاتے ہیں۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

شاہ صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

حاصل کیا خواجہ ابوالحسن خرقانی نے شیخ ابویزید بسطامی سے باطن کے طور پر ظاہر کے طور پر نہیں کیونکہ وفات شیخ ابویزید بسطامی کی خواجہ ابوالحسن کی ولادت سے بہت مدت پہلے ہوئی اور شیخ ابویزید نے سیدنا امام جعفر صادق سے باطن کے طریق سے ظاہر کے طریق سے نہیں۔ اس واسطے کہ ولادت شیخ ابویزید کی بہت بعد ہوئی ہے وفات امام جعفر صادق کے۔

امام جعفر صادق کے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے اخذ فیض کرنا بتایا جاتا ہے اور قاسم کا سلمان فارسی سے اور سلمان فارسی کا حضرت ابوبکر صدیق سے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ قاسم کا سلمان فارسی سے اخذ فیض کرنا ممکن نہیں مگر یہ کہ باطن کے ذریعہ ہو۔ اسی طرح حضرت علی سے حسن بصری کا اخذ فیض کرنا ممکن نہیں اہل حدیث کے نزدیک، لیکن اہل سلوک اسے مانتے ہیں۔

غرض شاہ صاحب نے ظاہر کے بجائے باطن کے ذریعہ اخذ فیض کرنے کی توجیہ کر کے تاریخ کی اس مشکل کو حل کیا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں شیخ ابوالحسن خرقانی نے حاصل کیا ابویزید بسطامی کی روح سے جیسے حضرت اویس قدس اللہ سرہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے حاصل کیا۔ اور یہ جو دونوں بزرگوں کی خدمت و صحبت مشہور ہے وہ صحیح نہیں۔

شاہ صاحب صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ محدث و مورخ بھی ہیں اس لئے وہ صوفیہ کی ساری روایات تسلیم نہیں کرتے لیکن وہ ان کا انکار بھی نہیں کرتے۔ البتہ ان کی بڑی عمدہ توجیہ کر دیتے ہیں۔

آپ نے تمام مشہور خانوادوں اور ان کے آداب سلوک اور اوراد و وظائف کو بیان کیا ہے۔ اور جن واسطوں سے خود شاہ صاحب تک ان خانوادوں کا سلسلہ پہنچا ہے، ان کا ذکر ہے۔ مثلاً اپنے نقشبندی

سلسلے کا وہ یوں بیان کرتے ہیں۔ فقیر اپنے والد (شاہ عبدالرحیم) کی صحبت میں رہا۔ انھوں نے صحبت رکھی شیخ احمد نبوری سے، انھوں نے شیخ احمد سرہندی سے۔ انھوں نے خواجہ محمد باقی سے اور یہ سلسلہ خواجہ نقشبند سے چلتا ہوا جنید بغدادی تک جاتا ہے۔ اور ان سے حضرت علی تک اور وہ صحبت میں رہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

اس ضمن میں شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جو طریقہ آج کے دن محفوظ ہے، اس کا منشاء (آغاز کار) جنید بغدادی ہیں اور خرقہ بھی وہی محفوظ ہے۔ جو جنید بغدادی کے واسطے سے ہے

زیر نظر رسالہ میں یوں تو زیادہ تر تصوف کے خانوادوں اور ان کے اشغال ہی کا بیان ہے لیکن بیچ بیچ میں شاہ صاحب نے بعض اور بھی بڑے کام کی باتیں لکھی ہیں۔ طریقہ سہروردی کے اشغال کا بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

پھر مشغول ہو تلاوت قرآن شریف میں فکر کے ساتھ نصیحت ماننے کے ساتھ اور ترتیل کے ساتھ اور حفاظت دل کے ساتھ (بالتامل والاتعاظ والترتیل والاحتفاظ) اس طور پر کہ گویا اللہ تعالیٰ کے آگے پڑھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کلام فرما رہا ہے۔ حضوری قلب سے توجہ سے بڑے ادب سے خشوع و خضوع سے تلاوت کرے اور حزب اور حزب کی مقدار پڑھنے اور زیادہ نہ پڑھنے اور اس میں نصیحت و عبرت ملحوظ رکھے۔ بہت سے ایسے قاری ہوتے ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ کیونکہ وہ حروف کی صحت کا خیال رکھتے ہیں اور نہ انہیں جہاں ٹھہرنا ہوتا ہے وہاں ٹھہرتے ہیں۔ اور نہ قرآن کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرتے ہیں نہ اس کی امثال اور نہ جبر و توبیخ میں غور و فکر کرتے ہیں۔

آخر میں ایک اور دلچسپ بحث ملاحظہ ہو اور یہ ہے تسبیح کی سند جو زیر نظر رسالے کے آخری حصے میں درج ہے۔ لکھتے ہیں :-

مجھے یہ سند دی سید عمر ابن بنت شیخ عبداللہ بصری مکی نے اور انہوں نے کہا کہ دی میرے جد شیخ عبداللہ نے اور ان کو دی ان کے شیخ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی نے اور اس طرح یہ سلسلہ آگے چلتا ہے۔

ابوالحسن صوفی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن مالکی کو سنا اور ان کے ہاتھ میں تسبیح

تھی کہ میں نے جنید کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سری سقطی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے معروف کرخی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی اور اس طرح یہ سلسلہ حسن بصری اور ان سے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے اور آخر میں یہ ہے۔ حسن بصری کے قول سے واضح ہوا کہ تسبیح موجود اور مستعمل تھی صحابہ کے عہد میں۔

رسالہ معمولی کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ ترجمہ کی زبان پرانے طرز کی ہے۔ رسالے کے متن میں کتابت کی کافی غلطیاں ہیں اور ترجمہ بھی ناقص ہے۔

ضخامت ۸۴ صفحات

ملنے کا پتہ کتب خانہ علویہ رضویہ مسجد نوری حنفیہ۔ ڈچکوٹ روڈ۔ لائل پور

دین آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معنفہ سید حشمت حسین جعفری ایڈوکیٹ

ناشر۔ مکتبہ افکار اسلامی گاڑی کھاتہ حیدرآباد۔ پاک

صفحات ۲۱۶۔ قیمت ۲ روپیہ ۵۰ پیسے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء کے دین اور نجات کے متعلق جمہور علماء کا جو مسلک ہے وہ تو ظاہر ہے۔ لیکن ان متقدمین یا متاخرین علماء میں سے کچھ محققین ایسے بھی گذرے ہیں جو ایک طرف جمہور علماء کے دلائل کی قوت اور دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کی اعلیٰ شخصیت کو دیکھ کر اس مسئلے میں سکوت کی راہ اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے۔

سندھ کے عظیم محدث اور فقیہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سندھی نے اپنی مشہور عالم تالیف۔ فرائض الاسلام میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

متاخرین علماء میں خدا بھلا کرے علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کا جنہوں نے اس مسئلے کے مختلف نا دیوں کو لے کر اس پر چھ رسالے لکھ ڈالے۔ جن کے یہ نام ہیں۔

۱۔ مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ۔ ۲۔ الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ،